کشف الغبار والغطاء عن تبلیغ الرجال والنساء

قول بلیغ

برائے

دعوت و تبلیغ

حضرات علماء کرام و مفتیانِ عظام کے فتاوے

مرتبہ

حضرت مولانا مفتی مجد القدوس خبیب رومی
مفتیٔ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

ناشر

مرکز دعوت و تبلیغ اسلام
دار الافتاء، محلہ مفتی، سہارنپور، یوپی، ہند

کشف الغبار والغطاء عن تبلیغ الرجال والنساء

قول بلیغ

برائے

دعوت و تبلیغ

حضرات علماء کرام و مفتیانِ عظام کے فتاوے

مرتبہ

حضرت مولانا مفتی مجد القدوس خبیب رومی
مفتیٔ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

ناشر

مرکز دعوت و تبلیغ اسلام
دار الافتاء، محلہ مفتی، سہارنپور، یوپی، ہند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد!

یہ امر بالکل دن کی طرح روشن ہے کہ ہماری کوئی حالت ہو اس کے لئے شریعت نے مناسب اور ضروری تعلیم سے ہم کو آگاہ اور متنبہ فرمایا ہے اور ہمارا کوئی کام و عمل جب تک کہ منطبق شریعت مقدسہ پر نہ ہو درجۂ اجابت (مقبولیت) اور قابل درگاہِ خداوندی کے نہیں ہو سکتا۔ موجودہ زمانہ میں چونکہ عام طور پر یہ دیکھا جارہا ہے کہ بعض مسلمان تو تبلیغ کے احکام ہی کو سرے سے ضروری خیال نہیں کرتے اور مبلغین کو بنظر حقارت دیکھتے ہیں۔ ادھر دوسری طرف اتنی تعدی (زیادتی) ہوتی ہے کہ تبلیغ کیلئے اُصول ہونا اور اس کا کافی علم ہونا ضروری نہیں خیال کرتے جسکی وجہ سے یا خود کبھی احکام کی غلط تبلیغ کرتے ہیں اور کبھی نفس احکام تو صحیح ہوتے ہیں مگر اس کے ذرائع غیر منصوصہ اور غیر مرضیہ عند اللہ و عند الرسول ہوتے ہیں جن کا غیر مقبول ہونا ظاہر ہے مگر باوجود اسکے اس پر بھی بس نہیں ہوتی بلکہ جو لوگ اس طریق کو نہیں اختیار کرتے انکو موردِ ملامت بنایا جاتا ہے۔

(القول البلیغ فی احکام التبلیغ، ماہنامہ الامداد بابت شعبان ۱۳۴۰ھ تھانہ بھون، از حضرت مولانا مفتی اشفاق الرحمن صدیقی کاندھلوی مفتی سابق مظاہر علوم سہارنپور، مجاز صحبت حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ)۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

ترجمہ: اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونا ضروری ہے کہ خیر کی طرف بلایا کریں اور نیک کام کرنے کو کہا کریں اور برے کاموں سے روکا کریں۔ اور

ایسے لوگ پورے کامیاب ہوں گے۔

تفسیر: (۱) تفصیل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ جو شخص امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر قادر ہو یعنی قرائن سے غالب گمان رکھتا ہے کہ اگر میں امر ونہی کروں گا تو مجھ کو کوئی ضرر معتد بہ لاحق نہ ہوگا، اس کیلئے امورِ واجبہ میں امر ونہی کرنا واجب ہے۔ اور امور مستحبہ میں مستحب مثلاً پنج گانہ فرض ہے تو ایسے شخص پر واجب ہوگا کہ بے نمازی کو نصیحت کرے اور نوافل مستحبہ میں اس کا نصیحت کرنا مستحب ہوگا اور جو شخص بالمعنی المذکور قادر نہ ہو اس پر امر ونہی کرنا امورِ واجبہ میں بھی واجب نہیں۔ البتہ اگر ہمت کرے تو ثواب ملے گا، پھر امر ونہی میں قادر کیلئے امور واجبہ میں یہ تفصیل ہے کہ اگر قدرت ہاتھ سے ہو تو ہاتھ سے اس کا انتظام واجب ہے جیسے حکام محکومین کے اعتبار سے ہر شخص خاص اپنے اہل وعیال کے اعتبار سے اور اگر صرف زبان سے قدرت ہو تو زبان سے کہنا واجب ہے اور غیر قادر کیلئے صرف اتنا واجب ہے کہ تارکِ واجبات ومرتکبِ محرمات سے دل سے نفرت رکھے۔ پھر قادر کیلئے منجملہ شرائط کے ایک ضروری شرط یہ ہے کہ اس امر کے متعلق شریعت کا پورا حکم اس کو معلوم ہو اور منجملہ آداب کے ایک ضروری ادب یہ ہے کہ مستحبات میں مطلقاً نرمی کرے اور واجبات میں اولاً نرمی اور نہ ماننے پر سختی کرے۔ اور ایک تفصیل قدرت میں یہ ہے کہ دستی قدرت میں تو کبھی اس امر ونہی کا ترک جائز نہیں اور زبانی قدرت میں مایوسی نفع کے وقت ترک جائز ہے لیکن مودّت و مخالطت کا بھی ترک واجب ہے مگر بضرورتِ شدیدہ۔ پھر قادر کے ذمہ اس کا وجوب علی الکفایہ ہے، اگر اتنے آدمی اس کام کو کرتے ہوں کہ بقدرِ حاجت کام چل

رہا ہو تو دوسرے اہل قدرت کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔

یہ کل چھ مسئلے اس مقام پر ذکر کئے گئے اور علم کی شرط ہونے سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ آج کل جو اکثر جاہل یا کالجاہل وعظ کہتے پھرتے ہیں اور بے دھڑک روایت و احکام بلا تحقیق بیان کرتے ہیں، سخت گنہگار ہوتے ہیں اور سامعین کو بھی ان کا وعظ سننا جائز نہیں۔ (تفسیر بیان القرآن جلد ۱، پارہ ۴، از حضرت تھانویؒ)

تفسیر: (۲) جاننا چاہئے کہ دعوت الی الخیر اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اہل وہی لوگ ہیں جو دین کو بخوبی سمجھے ہوئے ہیں اور جو دین کی حقیقت ہی نہیں جانتے وہ اس کے اہل نہیں ہیں، اگر وہ ایسا کریں گے تو خود بھی برباد ہوں گے اور دوسروں کو بھی تباہ کریں گے جیسا کہ ہمارے زمانے میں ہر شخص نے دعوت و تبلیغ کو پیشہ بنا رکھا ہے اور ہر شخص واعظ و مصلح بن رہا ہے کیونکہ ان لوگوں سے دین کو بجائے فائدے کے ضرر ہی پہنچتا ہے۔ پس جس شخص کو تبلیغ کا شوق ہو اس کا فرض ہے کہ وہ خود علم حاصل کرے تاکہ وہ اسکو دوسروں تک بلا تغیر و تبدل صحیح طور پر پہنچا سکے، اگر یہ نہ ہو تو کم از کم اتنا تو ہونا ہی چاہئے کہ وہ کسی دیندار عالم کے ماتحت اور اسکی ہدایتوں کا پابند رہ کر اس کام کو کرے۔ جہل و خود رائی اور غلط جذبات کے ماتحت ہو کر اس کام کو کرنا دین کیلئے بھی خطرناک ہے اور مسلمانوں کیلئے بھی اور خود اسکے لئے بھی۔ (تفسیر حل القرآن، سورہ آل عمران، از حضرت مولانا حبیب احمد صدیقی کیرانویؒ محقق معتمد حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ)

باسمہ تعالیٰ

حامداً ومصلیاً ومسلماً!

محترم حضرات علماء دین ومفتیانِ شرعِ متین اپنے منصب اور نائب انبیاء ہونے کی لاج رکھتے ہوئے اللہ کے حاضر و ناظر ہونے کا یقین مستحضر کرتے ہوئے بلا خوف لومۃ لائم اور بغیر لیت ولعل مندرجہ ذیل سوالات کے ہر جزو کا جواب واضح اور صاف، بغیر کسی لاگ لپیٹ کے اور اگر ومگر کے ادلہ شرعیہ کی روشنی میں مدلل طور پر عنایت فرمائیں۔ نفس سوالات کے جوابات مطلوب ہیں۔

فقط محمد ابوالحسن بن عبدالعزیز القاسمی

(۱) کیا اسلام میں دعوت وتبلیغ کا کوئی خاص طریقہ متعین ہے کہ اس خاص طریقہ سے دعوت وتبلیغ کرے تبھی وہ دین کا داعی اور دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دینے والا ہے؟ مثلاً کوئی فرد یا جماعت دعوت وتبلیغ کے بارے میں مندرجہ ذیل اعتقادات رکھے:

(الف) جاہل پوری عمر میں تین چلے اور عالم پوری عمر میں تین سال اور سال میں ایک چلہ اور ہر مہینے میں تین دن اور ہر ہفتے میں دو گشت کی ترتیب سے دعوت وتبلیغ کے کام میں نکلتے ہیں، وہ دین کا داعی اور مبلغ ہے، ہاں! اگر مرکز نظام الدین دہلی اس ترتیب میں کوئی رد وبدل کرے تو پھر اسی کے مطابق دعوت وتبلیغ کرنا ضروری ہے۔ اس ترتیب کے بغیر کوئی دین کا داعی نہیں۔

(ب) مرکز نظام الدین دہلی کی مذکورہ ترتیب پر کوئی دعوت وتبلیغ کے

کام میں نکلے تبھی وہ اللہ کے راستے میں ہے۔ اس طریقہ سے الگ کسی اور طرح سے دعوت وتبلیغ کیلئے نکلے تو وہ اللہ کے راستے میں نہیں ہے۔

(ج) اگر کسی نے علم دین حاصل کرنے کیلئے دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور، ندوۃ العلماء لکھنؤ یا کسی بھی دینی مدرسہ میں ۱۰، ۲۰ سال بھی لگا دیئے تو اس کا وقت اللہ کے راستے میں نہیں لگا، اور وہ اللہ کے راستے میں وقت لگانے والا نہیں ہوا اور دینی مدارس میں پڑھنے پڑھانے کیلئے گھر بار چھوڑنا، یہ ہجرت نہیں اور اللہ کے راستے میں گھر بار نہیں چھٹا، مرکز دہلی کی ترتیب پر گھر بار چھوڑنا ہجرت ہے اور یہی اللہ کا راستہ ہے۔

(د) کوئی بھی عالم جب تک مرکز نظام الدین دہلی کی ترتیب پر دعوت و تبلیغ کیلئے نکل کر وقت نہ لگائے اس کا ایمان نہیں بن سکتا، چاہے کتنا بھی قرآن و حدیث پڑھ، پڑھالے۔

(ھ) ہر کس وناکس کا ایمان مرکز دہلی کی ترتیب پر دعوت وتبلیغ میں نکل کر وقت لگانے سے ہی بن سکتا ہے، اس کے بغیر ایمان بگڑا ہوا ہے اور اس کے بغیر ایمان نہیں بن سکتا۔

(و) دینی مدرسوں میں ۱۰، ۲۰ سال لگانا بھی مجاہدہ نہیں، اور بغیر مجاہدہ کے ایمان نہیں بن سکتا۔ لہٰذا مدرسوں میں وقت لگانے سے ایمان نہیں بنتا، البتہ مرکز دہلی کی ترتیب پر دعوت وتبلیغ کی محنت میں نکلنے سے مجاہدہ ہوتا ہے اور ایمان بن جاتا ہے۔

(ز) مرکز نظام الدین دہلی کی ترتیب پر دعوت وتبلیغ کا کام کشتی نوح کی طرح ہے، جو اس کشتی میں سوار ہو گیا، نجات پا گیا اور جو سوار نہ ہوا وہ غرق ہو گیا۔ اسی طرح جو اس ترتیب پر دعوت وتبلیغ کے کام میں لگ گیا وہ نجات پا گیا اور جو نہ لگا وہ ہلاک ہو گیا۔

(ک) مرکز دہلی کی ترتیب پر دعوت وتبلیغ کیلئے گھر بار چھوڑے بغیر وعظ وتقریر بے فائدہ ہے، صرف تقریروں سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

(ل) حضرت عمرؓ کا فرمان ہے کہ پہلے ہم نے ایمان سیکھا، پھر قرآن۔ لہٰذا پہلے ایمان سیکھنا ہے اور ایمان اللہ کے راستے میں نکلے بغیر سیکھ نہیں سکتے اور اللہ کا راستہ دعوت وتبلیغ میں مرکز دہلی کی ترتیب پر نکلنا ہے۔ اس لئے پہلے اسی ترتیب پر دعوت وتبلیغ کی محنت میں نکلنا ضروری ہے اور قرآن عزیز کا سیکھنا، اس کے بعد ہونا چاہئے۔

سوال (۲) ایک شخص مثلاً زید مرکز دہلی کی ترتیب پر دعوت وتبلیغ کیلئے نکلے اور گھر بار چھوڑ کر ایک عرصہ تک دعوت وتبلیغ کرتا رہے اور ایک شخص مثلاً عمر کسی دینی مدرسہ میں ۱۰، ۱۵ سال لگا کر علم دین حاصل کرے اور اس دینی مدرسہ سے عالم وفاضل، مفتی اور قاضی کی سند اجازت حاصل کر کے کتب دینیہ کے درس و تدریس میں لگ جائے یا قوم مسلم کی امامت یا مسند افتاء وقضاء پر فائز ہو جائے۔ پھر کوئی فرد یا جماعت زید کو یا زید خود اپنے آپ کو دین کا داعی اور مبلغ تصور کرے مگر عمر کو دین کا داعی اور مبلغ نہ مانے۔

اگر کسی درجہ میں عمر کی مندرجہ بالا خدمات کو دینی خدمت تصور بھی کرے تو پھر بھی مرکز دہلی کی ترتیب پر دعوت و تبلیغ کرنے کے مقابلہ کمتر جانے اور اس نظریہ کا اظہار بھی لوگوں میں کرے۔

سوال (۳) اگر کوئی فرد یا جماعت یہ عقیدہ رکھے کہ نماز سے اللہ کی مدد یں نہیں آسکتی، روزہ سے اللہ کی مدد یں نہیں آسکتی، دعوت و تبلیغ کی محنت میں لگ جاؤ اور وہ مرکز دہلی کی ترتیب پر تو اللہ کی مدد یں آنے لگیں گی اور دلیل میں یہ پیش کرے کہ اللہ کے رسول ﷺ خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے، دشمن نے اونٹ کی اوجھڑی آپ ﷺ کی پیٹھ پر ڈال دی، تو فرشتے مدد کیلئے نہیں آئے اور اوجھڑی حضرت فاطمہؓ نے ہٹائی۔ مگر جب دعوت و تبلیغ کی محنت کیلئے طائف گئے اور دشمنوں نے پتھر برسائے تو فرشتے مدد کیلئے آگئے۔

سوال (۴) کسی مسجد میں عامۃ المسلمین کے افادہ کیلئے قرآنِ عزیز کی تفسیر ہو رہی ہو، پھر کوئی فرد یا جماعت صرف اس لئے کہ مرکز تبلیغ نظام الدین دہلی کی ترتیب پر دعوت و تبلیغ میں نکلنے کے بارے میں دورانِ تفسیر کچھ نہیں کہا جاتا، قرآن عزیز کی تفسیر کو بے فائدہ بتائے یا اس کے بالمقابل فضائل اعمال مؤلفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی تعلیم کو اہم بتائے اور سلسلۂ تفسیر قرآنِ عزیز پر فضائل اعمال کی تعلیم کو ترجیح دے اور فضائل اعمال کی تعلیم میں شرکت کیلئے لوگوں میں ترغیب پیدا کرے اور شرکت پر آمادہ کرنے پر سلسلۂ تفسیر کو اپنے قول و فعل سے نظر انداز کرے، بلکہ تفسیر قرآنِ عزیز کی طرف اگر عوام زیادہ رجوع کر رہے ہوں تو سلسلۂ تفسیر کو بند کر دینے کی کوشش کرے کہ اس طرح

فضائل اعمال کی تعلیم پر اثر پڑے گا۔ یا کسی مسجد میں صرف اس لئے قرآنِ عزیز کی تفسیر کا آغاز ہی نہ ہونے دے کہ فضائل اعمال کی تعلیم پر اثر پڑے گا. یا اس لئے آغاز نہ ہونے دے کہ لوگ یہ سوچ کر کہ ہمیں سب کچھ اپنے مقام پر ہی مل جاتا ہے، پھر مرکز دہلی کی ترتیب پر دعوت و تبلیغ پر نہیں نکلیں گے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا سوالات میں مندرجہ اعتقادات و نظریات حق ہیں یا باطل؟ یا ان میں بعض حق ہیں، بعض باطل اور ایسے اعتقادات و نظریات رکھنے والا فرد یا جماعت حق پر ہے یا غلطی پر؟ (بینوا و توجروا)

محمد ابوالحسن بن عبدالعزیز قاسمی (صدر مجلس)

(مولانا) ابوالقاسم قاسمی

ناظم مجلس العلماء محلہ کرما پوسٹ کرما وایا جھمری تلیا ضلع کوڈرما، بہار۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید جواب

احقر راقم الحروف کی بہت بڑی کمزوری یہی ہے کہ وہ بڑی حد تک بغیر لاگ لپیٹ اور بے خوف لومۃ لائم بلا رورعایت بات کہہ دینے میں ادنیٰ تامل بھی نہیں کرتا ہے اور اپنی اسی کمزوری کے تحت آنجناب مستفتی محترم کی خدمت میں سب سے پہلے بالکل صاف اور واضح بلکہ دوٹوک الفاظ میں یہ عرض کر دینا ضروری اور اپنا فرضِ منصبی سمجھتا ہے کہ آپ کا یہ استفتاء قطعاً غیر سنجیدہ، غیر عالمانہ ہونے کے علاوہ آدابِ استفتاء کے خلاف ہے۔ آپ نے جن اُمور سے متعلق، جن الفاظ میں اپنے سوالات سپردِ قلم فرمائے ہیں اور اپنے آپ کو مجلس العلماء کا ناظم بھی ظاہر کیا ہے اس کی روشنی میں یہ حقیقت بھی سمجھی جا سکتی ہے کہ آپ کے مستفسرہ امور آپ کے علم و تحقیق سے باہر نہ ہوں گے اور آپ خود بھی دوسروں کو ان امور کی بابت تشفی بخش جوابات دے سکتے ہوں گے، بلکہ عجب نہیں کہ آپ نے دوسروں کو کچھ جوابات دیئے بھی ہوں۔ اور اب آپ نے یہ ضرورت محسوس کی ہو کہ ان اُمور سے متعلق دوسرے اہل افتاء کی رائے عامہ بھی دریافت کر کے دوسروں کو مجوج و مغلوب کریں، اگر واقعتاً صورت یہی ہے تو یہ صورت حقیقی استفتاء کی نہیں ہے۔ احقر کو "مقابلۂ افتاء" میں شرکت کی عادت نہیں ہے، لیکن آپ کے سوالات بہر حال اہم اور اہل علم اور اہل افتاء کیلئے قابل توجہ بھی ہیں۔ اس لئے استفتاء میں پائی جانے والی بے اصولی کو نظر انداز کرتے ہوئے نمبروار جوابات درجِ ذیل ہیں۔ روحی

الجواب بعون الملک الوہاب

(۱) دین اسلام کی بنیادی قانونی کتاب قرآن مجید ہے، جس کی عملی تفسیر و تشریح ہمیں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور سیرت طیبہ میں ملتی ہے۔ دعوت اسلام اور دعوت توحید و ایمان کی تبلیغ کے اصل مخاطب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ ہی کے واسطہ سے جملہ اہل ایمان مخاطب ہیں۔ اللہ نے آپ ہی کو خطاب فرما کر تبلیغ کا حکم فرمایا ہے۔ ارشاد ہوا "یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ" (اے ہمارے رسول! آپ کے رب کی طرف سے جو جو احکام آئے ہیں آپ انہیں دوسروں تک پہنچائیے)

اور ارشاد ہوا "وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ۙ" (اپنے خاندان و قبیلہ کے قریبی لوگوں کو ڈرائیے)

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم تبلیغ پر مختلف طریقوں سے عمل فرمایا ہے، آپ نے کوہِ صفا پر جا کر لوگوں کو آواز دیکر ایک جگہ اکٹھا کیا ہے اور ایک تقریر فرمائی ہے، یہ جلسۂ تبلیغ تھا۔ آپ نے دوسروں کے مجمع میں جا کر اپنی دعوت پیش کی ہے۔ آپ نے سب سے پہلے اپنے اہل بیت کو تبلیغ فرمائی ہے، اپنے اہل وطن مکہ والوں کو تبلیغ فرمائی ہے۔ وطن میں پورا تعاون نہ ملنے پر، وطن سے باہر سفر بھی فرمایا ہے۔ آپ نے متعدد سلاطین اور سرداروں کو دعوتی گرامے نامہ بھی بھیجے ہیں، یہ قلمی اور تحریری تبلیغ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولت کدہ پر مجلس بھی فرماتے تھے، یہ بھی اس وقت دعوت و تبلیغ کی ایک شکل تھی۔ ہر دور کے مشائخ وقت کی مجالس اسی

طریقۂ تبلیغ کی پیروی ہیں۔ ہجرت کے بعد مسجد نبویؐ (اصحابِ صفہ) کیلئے "صفۂ مسجد" مدرسۂ نبویہؐ کے طالبانِ علم کی اقامت گاہ اور دارالاقامہ تھا۔ اس سے مدارسِ دینیہ کا ثبوت ملتا ہے۔ اکابر دین "صفہ مسجد" ہی کو اپنے مدرسوں کی بنیاد قرار دیتے ہیں۔ مشایخ حقہ اور مدارس دینیہ کو منافی اور غیر تبلیغ سمجھنا حد درجہ کی بے خبری ہے، ایسے بے خبر دوسروں کو کیا تبلیغ کریں گے۔ ظاہر ہے کہ یہی بے خبری دوسروں تک پہنچائیں گے، جیسا کہ مشاہد ہے۔

(الف) مرکز نظام الدین کے تعلق سے آپ نے متعدد سوالات کئے ہیں، مختصر اور جامع طور پر یہ لکھنا کافی ہوگا کہ یہ نظامِ تبلیغ جو آپ نے شق (الف و با) میں ذکر کیا ہے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے ذوقِ خاص اور ان کے الہامات پر مبنی ہے، اس کو معمول بہ بنانے کیلئے کسی دوسرے کو مکلف و پابند کرنا نہ تو خود حضرت مولانا کیلئے درست تھا نہ کسی اور کو اس کا حق ہے کہ وہ دوسروں کو اس خاص نظام کے قبول پر مجبور کرے۔ الہامات کا شرعی حکم یہ ہے کہ الہام اگر حدودِ شریعت میں ہو تو خود صاحبِ الہام اس پر عمل کر سکتا ہے اور خلافِ شریعت ہو تو اس کیلئے بھی عمل کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے مرکز کی طرف سے مقررہ نظام ہر مکلف کیلئے واجب الاتباع اور واجب العمل نہیں ہے، بالخصوص ایسے حضرات کیلئے جو کسی طریقہ پر خدمت دین میں مصروف ہوں۔ (مثلاً اہل درس جو مدرسہ میں خدمت دین کر رہے ہوں یا اہل طریق جو خانقاہ میں بیٹھ کر فرض تزکیہ انجام دے رہے ہوں یا اہل تحریر جو تحریر کے ذریعہ دین کی باتیں لوگوں تک پہنچا رہے ہوں)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے حالات کو بغور پڑھا

جائے اور ان کے جملہ مشاغل پر نظر کی جائے تو بات سمجھ میں آسکتی ہے، صرف حکایات اور قصص وروایات میں ان کی زندگی کی پوری تصویر سامنے نہیں آسکتی۔

(ب تا ک) یہ ساری باتیں تبلیغ سے وابستہ لوگوں کی "غلو پسندی" پر مبنی ہیں۔ احقر نے طالب علمی کے دور میں مظاہر علوم میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی متعدد تقریریں سنی ہیں، ان کی تقریروں میں بھی ان کے مغلوب الحال ہونے کے باوجود لغو غلو کا نام ونشان بھی نہ ہوتا تھا، وہ انتہائی حالِ مغلوبیت میں تقریر فرماتے تھے اور دل سے وہ یہی چاہتے بھی تھے کہ جو حال ان کا ہے یہی حال سب کا ہو جائے مگر اس کے باوجود انہوں نے ایسے فتوے صادر نہیں فرمائے جیسے فتوے آج کے موجودہ دور کے مبلغین سے نقل کئے جارہے ہیں۔
ان غلو کاروں کی اس روش سے احقر کو بہت دنوں سے یہ خطرہ محسوس ہورہا تھا کہ اب تبلیغی جماعت، جماعت کی پٹری چھوڑ کر "نئے فرقہ" کی پٹری پر چل پڑی ہے۔
جماعت سے مسجدوں سے تعلق لازم وملزوم کا تعلق ہے، ہر شہر میں ایک مسجد "مرکز تبلیغ" کے طور پر علیحدہ کی جاچکی ہے، وہاں درسِ قرآن، درسِ تفسیر ممنوع قرار دے دیا جاتا ہے، فقہی مسائل کی کتابیں ممنوع ہوجاتی ہیں، مرکز میں طے شدہ نظام کے علاوہ کوئی دوسرا شخص خواہ وہ کیسا ہی عالم وشیخ ہو وعظ نہیں کہہ سکتا۔ احقر نے بعض ایسے واقعات کا ذاتی طور پر مشاہدہ بھی کیا ہے اور برادرم مولانا محمد عبید اللہ صاحب بلیاویؒ کو اس سے متعلق شکایتی خط بھی بھیجا مگر وہاں سے اطمینان بخش جواب اس وقت بھی نہ مل سکا تھا اور اب تو مرکز کی عمارتِ شخصی نہ رہ کر جماعتی اور شورائی ہوگئی ہے، پتہ نہیں اونٹ کی نکیل کس کے ہاتھ میں ہے؟

(ل) اس شق میں حضرت فاروقؓ کے ارشاد علمنا الایمان ثم علمنا القرآن (ہم نے پہلے ایمان کا علم حاصل کیا، پھر ہم نے قرآن کی تعلیم حاصل کی) کو اپنی دلیل میں پیش کر کے اس سے جو نتیجہ نکالا گیا ہے کہ ایمان اللہ کے راستے میں نکلے بغیر نہیں سیکھ سکتے، یہ نتیجہ بھی ان غلو کار مبلغین کے بے خبری کا پتہ دیتا ہے، جن کا مبلغ علم صرف "تبلیغی نصاب" ہے۔ انہیں عربی زبان اور عربیت کی لطافت کا پتہ ہی نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے "ایمان" کے ساتھ "علمنا" کا فقرہ بطورِ صنعت مشاکلہ استعمال فرمایا ہے کیونکہ اگلے فقرہ میں بھی قرآن کے ساتھ "علمنا" کا فقرہ آیا ہے۔ قرآن کے ساتھ تو علمنا کہنا ہی تھا، پہلے فقرہ کی بات وہ یوں بھی کہہ سکتے تھے آمنا اولاً (ہم پہلے ایمان لائے) ثم علمنا القرآن (پھر ہم نے قرآن سیکھا) لیکن انہوں نے بطورِ مشاکلت دونوں فقروں میں "علمنا" کی تعبیر اختیار کی۔ اور اگر وہ ہی بات کہی جائے تو ان مبلغین کو تاریخی طور پر یہ ثبوت بھی پیش کرنا چاہئے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے ایمان سیکھنے کیلئے کتنے چلے دئے تھے؟

سوال نمبر ۲ کا جواب: اوپر نمبر ۱ میں لکھا جا چکا ہے کہ تبلیغ دین کا کوئی خاص طریقہ خدا اور رسول خدا ﷺ کی طرف سے مقرر نہیں ہے۔ حضور اقدس ﷺ کی سیرتِ پاک میں تبلیغ کی متعدد صورتیں ملتی ہیں، لہٰذا کسی خاص طریقہ تبلیغ میں تبلیغ دین کو محصور و محدود کرنا حدودِ شرعیہ سے تجاوز ہے، جسے آج کل کی زبان میں کہتے ہیں "قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لینا" یہ صورت ایک طرح کی بغاوت ہے اور بغاوت ہر حکومت و اقتدار کے نزدیک ناقابل معافی جرم ہے۔ غور کیا جائے تو سمجھا جا سکتا ہے کہ بدعات و محدثات میں بھی یہی بغاوت کارفرما ہے کہ بدعتی

قانونِ اجر و ثواب کو اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے۔

سوال نمبر ۳ کا جواب: حضور اقدس ﷺ سے متعلق خانہ کعبہ میں ادائیگی نماز کے وقت کفار کا اوجھڑی ڈالنا اور فرشتوں کا نہ آنا اور طائف میں کفار کی ایذا رسانی پر فرشتوں کا آجانا ذکر کر کے حضور اقدس ﷺ کے دو مختلف حالات کی تصویر کشی کی گئی ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جماعت میں شریک عصری علوم کے سند یافتہ لوگ بھی مودودی صاحب کے اثرات جماعت تبلیغ تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ مودودی صاحب نے بھی بے جھجھک حضرات انبیاء کو اپنی تنقید کیلئے تختۂ مشق بنایا ہے۔ حضور ﷺ کے ان دو حالات کی تصویر کشی بھی شائبۂ تنقیص و تنقید سے خالی نہیں ہے۔

سوال نمبر ۴ کا جواب: اس سوال میں آپ نے تفسیری درس اور "تبلیغی نصاب" کے اس چپقلش کا ذکر کیا ہے، یہ چپقلش اس وقت بہت عام اور بہت اہم ہو چکی ہے، ہر جگہ لوگوں کو اس بات کا احساس ہو رہا ہے کہ "تبلیغی نصاب" پر اصرار کی موجودہ صورت یقینی طور پر حدودِ شریعت سے آگے بڑھ گئی ہے اور اب اسے عمل بالشریعہ کے بجائے شریعت کی خلاف ورزی کہنا ضروری ہو گیا ہے۔ حضرات فقہائے کرامؒ نے ایک اصول و قاعدہ تحریر فرمایا ہے کہ جب کسی امر مندوب و مستحسن کو لوگ ضروری سمجھنے لگیں تو اس مندوب کا ترک واجب ہے اور واجب کا حکم سب کو معلوم ہے کہ ترکِ واجب معصیت و گناہ ہے اور معصیت کا مرتکب فاسق ہے۔ لہٰذا اہل علم اور اہل افتاء کو اس صورتِ حال کی فکر ہونی چاہئے اور اگر یہ امر منکر ان کے علم اور مشاہدہ میں بھی آرہا ہے تو ان پر اس کی نکیر ضروری ہے۔

آپ نے آخر میں شاید اپنے قیاس و اندازہ سے درسِ تفسیر کا آغاز نہ ہونے دینے یا اس سلسلہ کو بند کردینے سے متعلق جو بات لکھی ہے وہ بہرحال خیال وگمان پر مبنی ہے۔ محض خیال وگمان پر مبنی سوال کا جواب دیا جانا مشکل ہے کیونکہ احقر کی نظر اس بات پر بھی ہے کہ "درس قرآن" اور "درس تفسیر" اور "دعوت قرآن" کے عنوانات سے یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ "درس قرآن" "تفہیم القرآن" کی شکل میں سامنے آتا ہے جو بہرحال عام مسلمانوں کیلئے دینی مضرت کا باعث ہے۔ تفہیم القرآن کے درس کے مقابلہ میں تو "تبلیغی نصاب" ہی غنیمت رہے گی اور اگر "تفہیم القرآن" کے علاوہ کوئی مستند تفسیر، مستند عالم کے ذریعہ پڑھی جائے تو تفسیری درس کو "تبلیغی نصاب" پر مقدم رکھنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

عبدالقدوس رومی غفرلہ

مفتی شہر آگرہ

۸/رمضان المبارک، ۱۴۱۹ھ دوشنبہ

عورتوں کی تبلیغی جماعت کے بارے میں اکابرامت کے ارشادات وفتاویٰ

استفتاء

کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسائل ذیل میں؟

(۱) کیاعورتوں کا تبلیغ کیلئے سفر کرنا محرم کے ساتھ درست ہے؟

(۲) مردوں کا تبلیغ کو جانااور اپنے اہل وعیال کے نان ونفقہ کا انتظام بھی نہ کرنا، کیاایسا کرنادرست ہے؟

(۳) کیا تبلیغ کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے؟ اگر فرض ہے یا سنت ہے تو کون سی سنت ہے؟ مع الدلائل بیان فرمائیں۔ بینوا وتوجروا

عبدالرحیم دہلوی

صدر بازار، بارہ ٹوٹی، مسجد کوٹھے والی (دہلی)

الجواب

ازحضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحبؒ (سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند)

(۱) آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے زمانہ میں تبلیغ کیلئے عورتیں سفر نہ کرتی تھیں اور نہ آپ ﷺ نے اور نہ صحابہؓ نے

تبلیغ کیلئے عورتوں کو سفر کرنے کا حکم فرمایا، نہ خود تبلیغ کیلئے سفر میں روانہ کیا۔ اس عمل سے ثابت ہے کہ عورتوں کے ذمہ تبلیغ کیلئے سفر کرنا جائز نہیں۔ خیر القرون کے زمانہ میں اگر کسی عورت کو کسی مسئلہ کی ضرورت ہوتی تھی تو آنحضرت ﷺ یا ازواجِ مطہراتؓ یا صحابہؓ کی بیویوں سے دریافت کر لیتی تھیں۔ تبلیغ مردوں کے ذمہ اس زمانہ میں مقرر تھی اور عورتیں پردہ کے ذریعہ سے احکام کو معلوم کر کے دین کی باتیں سیکھتی تھیں۔ مردوں کا کام یہ تھا کہ وہ اپنی عورتوں کو دین سے واقف کرائیں۔ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ تبلیغ کیلئے سفر کرتے تھے، جہاد میں جاتے تھے لیکن عام طور پر سب عورتوں کو اپنے ساتھ نہ لے جاتے تھے۔ جب اس خیر کے زمانہ میں یہ صورت حال رہی ہے تو اس شر اور فتنوں کے زمانہ میں عورتوں کا تبلیغ کیلئے سفر کرنا اگرچہ محرم کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو، کیونکر جائز ہو سکتا ہے؟

یہ خیال کہ عورتوں کو کس طرح تبلیغ ہو گی، اس بناء پر صحیح نہیں کہ ان کے مرد ان کو تبلیغ کریں اور دین کے احکام ان کو سکھائیں اور خود مرد دین کی باتیں دوسرے واقف کاروں سے سیکھیں یا سیکھنے اور سکھانے کیلئے سفر کریں، ورنہ عام طور پر عورتوں کا تبلیغ کیلئے سفر کرنا فتنہ کے دروازوں کو کھول دینا ہے، جو آج دنیا پر نظر ڈالنے سے مشاہد بھی ہے۔

(۲) اپنے اہل و عیال کے نفقہ کا انتظام کرنا مردوں پر ضروری اور واجب ہے، اس کے انتظام سے وقت اگر فارغ ہو تو تبلیغ کیلئے سفر کرنا جائز ہو گا۔ اہل و عیال کو بھوکا چھوڑ کر تبلیغ کیلئے سفر کرنا جائز نہیں۔ شریعت نے تمام مردوں پر بھی تبلیغ کرنے کو فرض اور ضروری قرار نہیں دیا ہے بلکہ انہی پر تبلیغ کرنا ہے جو تبلیغ

کے اہل ہیں اور جو تبلیغ کے اہل نہیں ہیں ان پر تبلیغ کرنا فرض نہیں، بلکہ بسا اوقات نااہلوں کی تبلیغ سے فتنوں کے دروازے اور زیادہ کھل جاتے ہیں، جس کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔ اسی طرح قرآن میں یہ نازل ہوا "فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ" الآیۃ

حدیث میں بیشک یہ وارد ہے بلغوا عنی ولو آیة و فی روایة ولو کلمة وفی روایة ولو حرفا الحدیث لیکن یہ حکم عام طور پر مردوں کیلئے ہے نہ کہ عورتوں کیلئے اور جو عورتیں پردہ نشین ہیں، دوسری عورتیں یا دوسرے مرد آ کر دریافت کر جائیں تو حدیث کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ یہ اس بناء پر کہ عورتوں کو گھر میں رہنے اور پردہ کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا حکم ہے اور بلا ضرورت و مجبوری گھر سے باہر نکلنے اور سفر کرنے سے بتاکید منع فرمایا گیا ہے۔

(۳) جوابات بالا سے معلوم ہوا کہ تمام مردوں اور عورتوں پر تبلیغ کرنا ضروری نہیں، بلکہ جماعت میں سے بعض لوگوں پر فریضۂ تبلیغ عائد ہوتا ہے اور وہ وہی لوگ ہیں جو تبلیغ کے اہل ہوں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر واقف کار پر فرض اور ضروری ہے، ہاں! اگر تمام مسلمان تبلیغ دین چھوڑ دیں تو گنہگار ہوں گے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب

سید مہدی حسن غفرلہ

مفتی دارالعلوم دیوبند

۱۳۷۱/۲/۲۵

(۳) حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحبؒ، سابق صدر مفتی مظاہر علوم سہارنپور

جوابات صحیح ہیں، اس فتنہ کے زمانہ میں عورتوں کا سفر کرنا بہت سے خطرات کا سبب ہے، اس لئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے اور مقامی طور پر ہر جگہ ان کی تعلیم و تبلیغ پردہ کی رعایت کے ساتھ ہونی چاہئے۔ سفر اور گشت تبلیغ ان کیلئے ہرگز مناسب نہیں ہے۔ واللہ اعلم

سعید احمد غفرلہ

مفتی مظاہر علوم سہارنپور

۲۵/ جمادی الثانیہ ۱۳۷۱ھ

(فتاوی دارالعلوم دیوبند، جلد ۱۶، صفحہ ۲۰۸ تا ۲۱۰)

(۴) حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ، سابق صدر مفتی مظاہر علوم وقف سہارنپور

استفتاء

مخدومی و مکرمی حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گذارش ہے کہ حسب ذیل مسائل کا جواب تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔

(۱) عورتوں کا عورتوں میں تبلیغ کیلئے گھر سے نکلنا درست ہے یا نہیں؟

(۲) چند عورتیں مل کر ایک محلہ سے دوسرے محلہ کی عورتوں میں جا کر کلمہ، نماز کی تبلیغ کرتی ہیں، اس طرح چند عورتوں کا مل کر جانا بدعت کی وعیدوں میں شامل ہے یا نہیں؟ اور متقدمین کی عورتوں کا اس طرح تبلیغ کرنا ثابت ہے یا نہیں؟

(۴) چند عورتوں کا ایک شہر سے دوسرے شہر میں اپنے محرم کے ساتھ تبلیغ کیلئے جانا اور ان میں بعض کے محرم ہوتے ہیں اور بعض کے نہیں ہوتے، ایسی صورت میں جن کے محرم ساتھ نہ ہوں، ان کا جانا درست ہے یا نہیں؟

بندہ محمد سعید، دہلی

۵/ جولائی ۱۹۵۲ء

الجواب

تبلیغ کی اہمیت اور موجودہ دور میں اس کی ضرورت سے انکار نہیں، مگر جو حدود اس کیلئے مقرر کر دیئے گئے ہیں، ان سے تجاوز کرنا بھی درست نہیں۔ تمام احکام شرعیہ میں افراط و تفریط کی سخت ممانعت آیات و روایات میں وارد ہے۔ حضور اکرم ﷺ اور صحابہؓ و تابعینؒ کے زمانہ میں عورتوں کا تبلیغ کیلئے سفر کرنا ثابت نہیں اور نہ آپ ﷺ نے سفر کا حکم فرمایا۔ عورتوں کیلئے تو قرار فی البیوت ایک ایسا اہم فریضہ ہے کہ اس کا ثواب جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہے۔

اخرج البزار عن انس ؓ قال جئن النساء الی رسول اللہ ﷺ فقلن یا رسول اللہ ذهب الرجال بالفضل والجهاد فی سبیل اللہ تعالیٰ فهل لنا من عمل ندرك به فضل المجاهدین فی سبیل اللہ تعالیٰ فقال علیه السلام من قعدت منكن فی بیتها فانها تدرك عمل المجاهدین فی سبیل اللہ روح المعانی ص ۶۱

اس لئے عورتوں کو سفر کرنے کی ممانعت ہے اور بعض ضرورتوں

میں خاص شروط مثلاً ترکِ زینت اور وجودِ محرم وغیرہ کے ساتھ درست ہے۔ جو عورت بلا ضرورت اور بلا رعایت شروطِ سفر کرتی ہے اس کی ممانعت بہت سے روایات سے ثابت ہے۔ قال علیه السلام لایحل لامراة تومن باالله والیوم الآخر ان تسافر مسیرة یوم ولیلة الامع ذی محرم علیها (صحیحین)

حج جوکہ نہایت اہم عبادت ہے اور شروطِ کے پائے جانے کے بعد فرضِ عین ہے، مگر اس میں بھی عورت کو بلا محرم سفر کرنے کی اجازت نہیں دی گئی، البتہ کسی عورت کو اگر کسی مسئلہ کی ضرورت ہوتی تھی تو آنحضرت ﷺ سے دریافت کر لیتی تھی۔ فقہاء نے عورت کو مجلس علم میں حاضر ہونے سے بھی منع کیا ہے اور شوہر کو حق دیا ہے کہ وہ اس کو روک دے۔ فی الدر المختار وله منعها من الغزل الی قوله ومن مجلس العلم الا لنازلة امتنع زوجها من سوالها الخ ج ۲ ص ۲۲۷

عورتوں کی تعلیم کا خیال مردوں کو رکھنا چاہئے لیکن اگر مرد اس کو پورا نہ کر سکے تو پھر احتیاطِ کے ساتھ مسئلہ وغیرہ کے پوچھنے کیلئے نکل سکتی ہے، اس فتنہ کے زمانہ میں جبکہ مردوں کیلئے بھی سفر میں مشکلات ہیں تو عورتوں کے سفر میں کس قدر فتنے ہوں گے۔ ابتدائے اسلام میں عورتیں خاص شروط کے ساتھ شرعی ضرورتوں میں باہر نکلتی تھیں، مگر خیر القرون میں ہی اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ عورتوں کو مساجد میں بھی آنے سے روک دیا جائے، چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ لو ان رسول الله ﷺ رای ما احدث النساء

لمنعھن المساجد کما منعت نساء بنی اسرائیل (مسلم) حضرت ابن عمرؓ نے ایک مرتبہ آپ ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرمایا کہ ائذنوا النساء باللیل الی المساجد تو آپ کے صاجزادہ حضرت واقدؓ نے فوراً ارشاد فرمایا کہ اذا یتخذنہ دغلاً (ھو الفساد والخداع) (مسلم ص ۱۸۳، جلد اول)

الغرض نماز جیسی عبادت کے شہر اور محلہ کی مسجد میں ادا کی جاتی ہے اور زیادہ دور بھی اس کیلئے جانا نہیں پڑتا۔ خیر القرون میں ہی اس کیلئے مساجد میں آنے سے رک گئی تھیں اور مسجد نبویؐ اور مسجد حرام کے ثواب معہود سے محروم ہو گئیں۔ فقہا لکھتے ہیں ولا یحضرن الجماعات (کنز) وفی البحر لقولہ تعالٰی وقرن فی بیوتکن وقال علیہ السلام صلاتھا فی قعر بیتھا افضل من صلاتھا فی صحن دارھا و صلاتھا فی صحن دارھا افضل من صلاتھا فی مسجدھا وبیوتھن خیر لھن ولانہ لایومن من الفتنۃ من خروجھن اطلقہ فشمل الشابۃ والعجوز والصلوۃ النھاریۃ واللیلیۃ قال المصنف والفتوٰی علی الکراھۃ فی الصلاۃ کلھا ومتٰی کرہ حضورھن المسجد للصلاۃ فلان یکرہ حضور مجالس الوعظ خصوصاً عند ھٰولاء الجھال الذین تحلوا بحلیۃ العلماء اولٰی ذکرہ فخر الاسلام اھ وفی فتح القدیر المعتمد منع الکل فی الکل الا العجائز المتفانیۃ اھ بحر ص ۳۵۸ جلد ۱، شامی ص ۵۹۱، زاد المعاد و طحطاوی ص ۱۶۶

(۲) جیسا کہ (۱) میں ہم نے بیان کیا کہ عورتوں کا تبلیغ کیلئے سفر اور

گذشت کرنا ثابت نہیں ہے، اس لئے ایک محلہ سے دوسرے محلہ میں عورتوں کو جماعتیں بنا کر جانا اور گذشت کرنا اور گھر گھر پھرنا اس زمانہ میں فتنہ کا باعث ہے، البتہ اپنے محلہ میں کسی خاص مقام پر پوری احتیاط اور پردہ کے ساتھ کبھی کبھی تعلیم اور وعظ و تبلیغ کیلئے جمع ہو جائیں تو گنجائش ہے۔

(۳) جیسا کہ ابھی معلوم ہوا کہ یہ سفر ثابت نہیں ہے لیکن اگر سفر کیا جائے اور پوری احتیاط سے کیا جائے تو پھر اس سفر میں ہر عورت کو محرم ہونا ضروری ہے۔ یہ صورت کہ بعض کا محرم سفر میں ساتھ ہو اور بعض کا نہ ہو، ہرگز درست نہیں ہے۔ فقہاء احناف نے توج جیسے اہم فریضہ میں بھی ایسی صورت کو جائز نہیں لکھا چہ جائکہ تبلیغ کیلئے ایسی صورت کو جائز رکھا جائے۔ ایسی صورت میں تنہا سفر کرنے سے زیادہ فتنہ کا اندیشہ ہے۔ وتعتبر فی المرءة ان یکون لها محرم تحج به اوزوج اذا کان بینها وبین مکة مسیرة ثلاثة ایام وقال الشافعی ﷺ یجوز لها الخروج اذا خرجت رفقة معها نساء ثقات لحصول الامن المرافقة ولنا قوله علیه السلام لاتحجن امراة الا ومعها محرم ولانها بدون المحرم یخاف علیها الفتنة وتزداد بانضمام غیرها هدایة ص ۲۱۳

کتبہ مظفر حسین مظاہری دار الافتاء مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

۱۶؍شوال ۷۱ ۱۳ھ

الجواب صحیح عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۱۷؍شوال ۷۱ ۱۳ھ

حضرت مولانا سیف اللہ صاحب حقانی دامت برکاتہم
استاذ حدیث و رئیس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور (پاکستان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم!

جاننا چاہئے کہ ضرورت کی حد تک دین کی تعلیم حاصل کرنا ہر مرد اور عورت پر فرض عین ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم۔ مسند امام ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ (ص ۳۵۔ فریضۃ طلب العلم) یعنی ضرورت کی حد تک علم حاصل کرنا ہر مرد و عورت پر فرض ہے۔ اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سے دلائل نقلیہ اور عقلیہ مذکورہ دعویٰ پر قائم ہیں۔

عورت کیلئے تحصیل علم کیلئے گھر سے باہر نکلنا ناجائز و حرام ہے

امام نوویؒ شرح مسلم میں فرماتے ہیں: ثم ان الامر بالمعروف والنھی عن المنکر فرض کفایۃ اذا قام بہ بعض الناس سقط الحرج عن الباقین واذا ترکہ الجمیع اثم کل من تمکن بلا عذر ولا خوف۔ (ص ۵۱، ج ۱) یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرضِ کفایہ ہے، جب بعض مکلفین اس کو بجالاتے ہوں تو سب کا ذمہ فارغ ہوگا اور جب تمام مکلفین اس کو چھوڑ بیٹھیں تو پھر ہر وہ شخص گنہگار اور مجرم ہوگا جس نے قدرت کے باوجود بغیر کسی عذر و خوف کے اس فریضہ کو ترک کر دیا ہو، مگر علم کے فرضِ عین ہونے

کے باوجود عورت کیلئے تحصیل علم کیلئے گھر سے باہر نکلنا حرام اور ناجائز ہے، جبکہ ضرورت شدیدہ درپیش نہ ہو۔ نفع المفتی والسائل میں ہے: وقد صرحوا بان الخروج الی مجلس العلم فی زماننا لا یجوز لهن (اس حوالہ سے مطلق خروج سے عورت منع کی گئی ہے، فلیتامل) ترجمہ: نفع المفتی والسائل میں حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرمارہے ہیں کہ حضرات علماء کرام صاف طور پر یہ فرما چکے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں عورتوں کیلئے کسی بھی علمی مجلس میں شرکت کیلئے نکلنا جائز نہیں ہے۔ ہاں! شدید ضرورت کی صورت ہو تو بامر مجبوری ضرورت کی حد تک نکل سکتی ہے، مثلاً کوئی ایسا واقعہ اس کو پیش آیا کہ اس کا حکم معلوم کرنا ضروری تھا اور زوج جاہل تھا اور نہ زوج (یا کوئی اور محرم) اس مسئلہ کو کسی عالم سے زوجہ کیلئے حل کرتا ہے، تو ایسی صورت میں عورت کیلئے جائز ہے کہ ضوابط شرعیہ کی پوری پابندی کے ساتھ نکل کر کسی عالم سے اس مسئلہ کا جواب حاصل کرے۔ اسی نفع المفتی والسائل میں ہے کہ الاستفسار امرأة احتاجت الی واقعة وزوجها جاهل ولا یسئل عن العالم ایضاً فهل لها ان تخرج بنفسها لتسئل عنها؛ الاستبشار نعم اذا امتنع (اس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ زوج کے عدم امتناع کی صورت میں عورت کیلئے خروج جائز نہیں۔ فافہم) الزوج من السوال عن العالم وکانت الواقعة (اس عبارت سے صاف صاف عیاں ہو رہا ہے کہ جب کسی عورت کو کسی مسئلہ کی علم کی شدید ضرورت پیش نہ ہو تو پھر اس مسئلہ کا علم حاصل کرنے کیلئے خروج کی اجازت اس کو شرعاً نہیں ہے) مما احتاجت الیها ولا یحصل العلم بها الی بالسوال

عن العالم یجوز لها ان تخرج فان طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمه فی ما احتاج الیه کذا فی فتاویٰ قاضی خان صفحه ۱۰۳ (ترجمہ: سوال: جب کسی عورت کو کسی مسئلہ کے دریافت کی ضرورت پیش آئی ہو اور شوہر نہ خود عالم ہے اور نہ جا کر کسی عالم سے اس مسئلہ کے بارے میں دریافت کرتا ہو تو کیا اس صورت میں عورت کیلئے اس کی گنجائش ہے کہ خود گھر سے نکل کر کسی عالم سے اس مسئلہ کے متعلق پوچھ لے؟ جواب: ہاں! بشرطیکہ شوہر اس مسئلہ کو کسی عالم سے معلوم کرنے سے امتناع و انکار کرتا ہو اور مسئلہ بہت ضروری ہو، اور کسی عالم سے بغیر پوچھے یہ مسئلہ معلوم نہ کیا جا سکتا ہو تو پھر عورت کو اس مسئلہ کو معلوم کرنے کیلئے خروج کی اجازت ہوگی کیونکہ ضروری علم کا طلب و تحصیل ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر فرض ہے)

تو جبکہ فرضِ عین کی صورت میں بلا ضرورت نکلنا عورت کیلئے جائز نہیں ہے تو فرضِ کفایہ کی صورت میں بطریق اولیٰ جائز نہ ہوگا اور صورت مسئولہ میں ضرورت نہیں۔ لقیام الرجال بالتبلیغ علی اطوار مختلفة (کیونکہ مرد حضرات فریضۂ تبلیغ مختلف اطوار سے ادا کر رہے ہیں)، لہٰذا خواتین کو درمیان میں لانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

اور علاوہ ازیں تبلیغ مروجہ بطریقہ معروف تو فرضِ کفایہ بھی نہیں اور جناب نبی کریم ﷺ اور صحابۂ کرامؓ کا طریقہ بھی نہیں بلکہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا طریقہ مستحدثہ (ایجاد کردہ) ہے۔ (اور یہ بالکل آج کے مروج طریقۂ تعلیم جیسا ہے) جو کہ عند العلماء مستحسن بھی ہے اور مفید بھی، لہٰذا مروجہ تبلیغ ان مفاسد کے پیش نظر

جو عورت کے خروج کی صورت میں محتمل ہیں، خصوصاً با لنظر الی ھٰذا الزمان (بالخصوص دورِ حاضر کو دیکھنے کی رو سے) عورت کا نکلنا شرعاً جائز نہیں ہے اور نظیر ماذ کرنا ایک تو خروج النساء الی الجماعات ہے کہ وہ انہیں مفاسدِ محتملہ کے پیش نظر شرعاً ممنوع اور ناجائز ہے۔

فتاویٰ ہندیہ اور شرح تنویر کی عبارات

فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ و کرہ لھن حضور الجماعة الا للعجوز فی الفجر والمغرب والعشاء والفتویٰ الیوم علی الکراھة فی کل الصلوٰت لظھور الفساد کذا فی الکافی وھو المختار کذا فی التبیین۔ (صفحہ ۸۹، جلد ۱)

ترجمہ: عورتوں کیلئے (مسجد جا کر) نماز باجماعت میں شرکت ناجائز ہے البتہ بوڑھی عورت صبح مغرب اور عشاء کی نماز باجماعت مین شرکت کر سکتی ہے مگر یہ اس زمانہ کا حکم ہے جس مین فتنہ وفساد ظاہر و موجود نہ تھا اور اس فتنہ و فساد کے زمانہ مین فتویٰ اس پر ہے کہ کسی بھی عورت کیلئے کسی بھی نماز باجماعت میں (مسجد جا کر) شرکت جائز نہیں ہے۔ اور شرح التنویر میں ہے کہ ویکرہ حضور ھن الجماعة ولو لجمعة وعید ووعظ مطلقاً ولو عجوزاً لیلاً علی المذھب المفتیٰ بہ لفساد الزمان۔ (صفحہ ۴۱۹، جلد ۱) وفی رد المحتار (قولہ ولو عجوزاً لیلاً) بیان الاطلاق ای شابة اوعجوزاً نھاراً اولیلاً (صفحہ ۴۱۸، جلد ۱)

ترجمہ: فسادِ زمانہ کی وجہ سے تمام عورتوں کیلئے خواہ وہ بوڑھی ہوں یا جوان اور رات میں ہوں یا دن میں، جائز نہیں ہے کہ پنج وقتہ نماز کی جماعت اور جمعہ و عیدین کی نماز کی جماعت میں شرکت (مکروہ) کریں اور اسی طرح وعظ و نصیحت کے اجتماع میں انکی حاضری بھی ممنوع ہے۔

اور علامہ ابن نجیمؒ فرماتے ہیں:

قوله: ولا يحضرن الجماعة لقوله تعالىٰ (صاحب بحر کی اس تعلیل عام سے معلوم ہو رہا ہے کہ اس استثنائی صورتوں کے علاوہ عورت کا خروج ممنوع ہے) و قرن فى بيوتكن الخ وقال صلى الله عليه وسلم صلاتها فى قعر بيتها افضل من صلاتها فى مسجدها وبيوتهن خير لهن ولانه لايؤمن الفتنه من خروجهن (علامہ ابن نجیمؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ عورتوں کا خروج فتنہ سے خالی نہیں ہو سکتا، اس لئے ان کا خروج ممنوع ہے اور ظاہر ہے کہ یہی وجہ مروجہ تبلیغ میں خروج کی صورت میں موجود ہے، لہٰذا یہ بھی ممنوع ہوگا)۔

اطلقه فشمل الشابة والعجوز والصلوٰة النهارية والليلية قال المصنفؒ فى الكافى والفتوىٰ اليوم على الكراهة فى صلاة كلها لظهور الفساد ومتىٰ كره حضور المسجد لصلاة فلان يكره حضور مجلس (دیکھئے اور غور کر کے انصاف کیجئے کہ صاحب بحر نے قوله ومتىٰ كره الى قوله اولىٰ سے مروجہ تبلیغ میں عورتوں کے خروج کی ممنوعیت اور عدم جواز کا فتویٰ دیا ہے یا نہیں؟) الوعظ خصوصاً عند هولاء الجهال الذين

تحاوا بحلیة العلماء اولیٰ ذکرہ فخر الاسلام وفی فتح القدیر المعتمد منع الکل فی الکل الا العجائز المتفانیة فی ما یظهر لی دون العجائز المتبرجات وذوات الرمق اھ وقد یقال هٰذہ الفتویٰ التی اعتمدها المتاخرون مخالفة لمذهب الامام وصاحبیه فانهم نقلوا ان الشابة تمنع مطلقاً اتفاقاً واما العجوز فلها حضور الجماعة عند ابی حنیفة فی الصلاۃ الا فی الظهر والعصر والجمعة وقالا یخرج العجائز فی الصلاۃ کلها کما فی الهدایة والمجمع وغیرهما۔ فالافتاء بمنع العجوز فی الکل مخالف للکل فالاعتماد علیٰ مذهب الامام۔ (بحر صفحہ ۳۵۸،۵۹،ج ا)

ترجمہ: دلائل کی رو سے جماعت سے نماز کیلئے عورتوں کا خروج ممنوع ہے۔(۱) ارشادِ خداوندی ہے وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ (اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو)(۲) اور جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عورت کا گھر کے اندرونی حجرہ میں نماز پڑھنا بہتر ہے اس سے کہ وہ گھر کے صحن میں نماز پڑھ لے اور گھر کے صحن میں عورت کا نماز پڑھنا بہتر ہے، اس سے کہ وہ جا کر مسجد میں نماز پڑھے۔اور ان کے گھر ان کے لئے بہتر ہیں۔(۳) اور تیسری دلیل یہ ہے کہ عورتوں کا خروج فتنہ سے خالی نہیں۔مصنف صاحب کنز کے یہ الفاظِ عامہ ولا یحضرن الجماعة (یعنی عورتوں کا جماعت سے نماز کیلئے گھروں سے نکلنا ممنوع ہے) جوان اور بوڑھی تمام عورتوں کو شامل ہیں۔اور اسی طرح یہ عبارت عامہ تمام نمازوں کو شامل ہیں، وہ دن میں پڑھی جاتی ہوں یا رات میں۔تو مصنف ؒ کے اس عبارت کا یہ معنیٰ ہے کہ کسی

بھی عورت کا کسی بھی نماز کی جماعت کے لئے گھر سے نکلنا جائز نہیں ہے۔ مصنفؒ نے کافی میں کہا ہے کہ آج فتویٰ اس پر ہے کہ ظہور غلبہء فساد کی وجہ سے تمام نمازوں کی جماعت کیلئے عورتوں کا جانا اور حاضر ہونا ممنوع ہے۔ اور جب کہ باجماعت نماز کیلئے عورت کا جانا ناجائز ہے، تو پھر وعظ (دعوت و تبلیغ) کی مجالس میں جانا بالخصوص ان جاہل لوگوں کے پاس جنہوں نے بہ زور اور بہ جھوٹ علماء کی شکل اختیار کی ہے، بطریقہ اولیٰ ناجائز ہوگا۔ ذکر کیا ہے اس بات کو امام فخر الاسلام نے اور فتح القدیر میں ہے کہ ان وجوہ کی وجہ سے جو مجھ پر منکشف اور ظاہر ہو چکے ہیں معتمد قول اور مذہب یہ ہے کہ تمام عورتوں کا خروج، تمام نمازوں کی جماعت کیلئے ممنوع اور ناجائز ہے، البتہ ایسی بوڑھی عورتیں جو محل شہوت نہ رہ چکی ہوں ان کا خروج قابل اعتراض نہ ہوگا۔ اور جو بوڑھی عورتیں محل شہوت ہوں ان کا خروج جوان عورتوں کے خروج کی طرح ناجائز اور ممنوع ہوگا۔ یہاں یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ فتویٰ جس پر متاخرین علماء کرام نے اعتماد کیا ہے جناب امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کے مذہب کے مخالف ہے، کیونکہ ناقلین مذہب نے نقل کیا ہے کہ جوان عورت کا نکلنا تو بالاتفاق تمام نمازوں کی جماعت کیلئے ممنوع ہے، البتہ امام ابو حنیفہؒ ظہر، عصر اور جمعہ کے علاوہ دیگر نمازوں کی جماعت کیلئے بوڑھی عورت کو نکلنے کی اجازت دیتے ہیں، جبکہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ بوڑھی عورتوں کو تمام نمازوں کی جماعت کیلئے نکلنے کی اجازت دیتے ہیں۔ لہٰذا بوڑھی عورت کو تمام نمازوں میں منع کرنے پر فتویٰ دینا امام ابو حنیفہؒ اور صاحبینؒ سب کے مذاہب کے خلاف ہے، اس لئے اس سلسلہ میں امام ابو حنیفہؒ

کے مذہب پر اعتماد کیا جاوے گا۔ علامہ شامیؒ نے صاحب بحر کی عبارت وقد یقال الخ نقل کرکے فرمایا ہے قال فی النھر وفیه نظر بل ھو ماخوذ من قول الامام و ذالك انه انما منعھا لقیام الحامل وھو فرط الشھوۃ بناء علی ان الفسقة لا ینتشرون فی المغرب لانھم بالطعام مشغولون وفی الفجر والعشاء نائمون فاذا فرض انتشارھم فی ھٰذہ الاوقات لغلبة فسقھم کمافی زماننا بل تحریھم ایاھا کان المنع فیھا اظھر من الظھر اھ قلت ولایخفی مافیه من التوریة اللطیفة وقال الشیخ اسمٰعیل وھو کلام حسن الی الغایة ص ۴۱۹، ج ۱

ترجمہ: صاحب نہر نے کہا ہے کہ یہ اشکالِ مذکورہ درست نہیں ہے، وجہ یہ ہے کہ جوان عورت کی طرح بوڑھی عورت کو بھی تمام نمازوں کیلئے نکلنے سے منع کرنے کا فتویٰ امام ابوحنیفہؒ کے قول ہی سے لیا گیا ہے۔ اور یہ اس لئے کہ امام ابوحنیفہؒ نے مغرب، عشاء اور فجر میں بوڑھی عورت کو نکلنے کی جو اجازت دی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ امام صاحبؒ کے زمانہ کے فسقہ ان اوقات میں اکل ونوم خوراک وخواب میں مشغول ہونے کی وجہ سے غافل ہوتے اور یہ بات نہ ہوتی تو امام صاحبؒ بھی ان اوقات میں اجازت نہ دیتے اور اب ہمارے زمانہ میں چونکہ بات جناب امام صاحبؒ کے زمانہ کے برعکس ہے، کہ اب فسق غالب ہے اور فسقہ ہر وقت گھر سے نکلی ہوئی عورت کی فکر میں لگے رہتے ہیں، خصوصاً فجر و عشاء اور مغرب میں۔ لہٰذا امام صاحبؒ ہی کے قول سے معلوم ہوا کہ آج کے دور میں تمام اوقات میں، تمام عورتوں کیلئے منع کا حکم ہے، لہٰذا یہ فتویٰ جس پر متاخرین نے

اعتماد کیا ہے، مذہب اسلاف کے مخالف نہ ہوا۔

لیجئے بوڑھی عورت کو بھی مطلق خروج کی اجازت نہ دی گئی بلکہ ممنوع ٹھہرایا گیا۔ اور علت انتشار الفسقه لغلبه فسقهم اور تحریهم ایاها (اور علت غلبۂ فسق کی وجہ سے فسقہ کا گھر سے نکلی ہوئی عورت کی تلاش میں نکلنا اور اس کی فکر میں سرگرم رہنا) بتایا گیا تو کیا خیال ہے کہ مروجہ تبلیغ میں عورتوں کا نکلنا بالخصوص (شواب منہن) جوان عورتوں کا شروع ہو جائے تو زمانۂ ہذا کے فسقہ و فجرہ ان کی تحری نہ کریں گے، ضرور کریں گے اور اپنے غلط اور ناجائز مقاصد کو پورا کرنے کیلئے تبلیغ مروج میں وقت بھی دیں گے، بلکہ دلالی کرنے والی عورتیں اور گٹھ جوڑ کرنے والی فاجر قسم کی عورتیں بطورِ اجرت تبلیغ میں بھجوانا شروع کریں گے، تاکہ کسی طرح اپنے ناجائز مقاصد حاصل کریں، لہٰذا جس طرح علت، تحریٔ فسقہ وغیرہ سے عورت کا نماز باجماعت کیلئے نکلنا ممنوع اور ناجائز ہے، تو اسی علت کی بناء پر کسی عورت کا تبلیغ مروج میں بھی نکلنا ناجائز ہے۔ اور بیان سابق کی تائید علامہ شامیؒ کی درج ذیل عبارت سے بصراحت ہو رہی ہے" ترجمہ: علامہ شامیؒ فرما رہے ہیں کہ درمختار کے اس قول کہ عورتوں کا نکلنا مکروہِ تحریمی اور ناجائز ہے کی دلیل

(قوله و یکره خروجهن تحریماً) لقوله علیه الصلوة والسلام ارجعن مازورات غیر ماجورات رواه ابن ماجه بسند ضعیف لکن یعضده المعنیٰ الحادث باختلاف الزمان الذی اشار الیه عائشة رضی الله عنها بقولها لو ان رسول الله تعالیٰ ﷺ رأی

ما احدث النساء بعد لمنعهن کما منعت نساء بنی اسرائیل وھل ا فی نساء زمانہا فما ظنک بنساء زماننا۔

جناب نبی کریم ﷺ کا عورتوں سے یہ ارشاد گرامی ہے کہ تم عورتوں کو واپس چلے جانے کا حکم دیا جاتا ہے کہ تم نے گھروں سے نکل کر گناہ کا کام کیا ہے، ثواب کا نہیں۔ اس حدیث کو ابن ماجہ نے اگرچہ ضعیف سند کے ساتھ روایت کیا ہے لیکن اس حدیث کی تائید اس انقلاب سے ہو رہی ہے کہ جو اختلاف زمانہ کی وجہ سے عورتوں میں آچکا ہے۔ جس کی طرف ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عورتوں کو مخاطب کرکے اپنے اس ارشاد گرامی میں اشارہ کیا ہے کہ اگر جناب نبی کریم ﷺ عورتوں میں یہ انقلاب دیکھتے جو آج عورتوں میں رونما ہوا ہے، تو جناب نبی کریم ﷺ بھی عورتوں کو خروج سے منع فرماتے، جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتیں منع کی گئی تھیں۔ اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ بات اپنے زمانہ کی عورتوں کے بارے میں فرما رہی ہیں، تو پھر آج کی عورتوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

لہذا اس نسوانی تنزل کی وجہ سے ما نحن فیہ (یعنی مروجہ تبلیغ میں عورتوں کا نکلنا) بھی ممنوع ہوگا اور رماذ کرنا کا نظیر ثانی جہاد بالسیف ہے جو کہ عام حالات میں فرض کفایہ ہے مگر اس میں عورت کا خروج جبکہ جوان ہو ممنوع ہے۔ ہندیہ میں ہے کہ ولا تخرج الشواب مداواۃ الجرحیٰ الخ صفحہ ۱۹۰ ج ۲ و فیہا فی موضع آخر واما الشواب فقرارھن فی البیت اسلم والاولیٰ ان لا تخرج النساء اصلاً خوفاً من الفتن الخ ۱۹۳، جلد ۲

"ترجمہ: جوان عورتوں کو اس کی اجازت نہیں کہ وہ جہاد میں زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے کیلئے نکل جائیں۔فتاویٰ ہندیہ صفحہ ۱۹۰، جلد ۲ اور فتاویٰ ہندیہ میں دوسری جگہ ہے کہ فتنہ سے خالی صورت یہ ہے کہ جوان عورتیں گھروں میں ہی رہیں اور خوفِ فتنہ کی وجہ سے بہتر یہ ہے کہ کوئی بھی عورت جہاد میں نہ نکلے خواہ جوان ہو یا بوڑھی۔"

تو جبکہ جہاد میں کہ عام حالات میں فرضِ کفایہ ہے، جوان عورت یعنی غیر متفانیات (ففی الھندیۃ ولا تخرج الشواب لمداواۃ الجرحیٰ وسقی الماء والطبخ والخبز لاجل الغزاۃ واما العجائز اللاتی دخلن فی السن فلا باس ان یخرجن الخ ص ۱۹۰ جلد ۲۔

ترجمہ: فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ جوان عورتوں کیلئے جائز نہیں کہ وہ زخمیوں کی مرہم پٹی اور مجاہدین کو پانی پلانے اور ان کیلئے سالن اور روٹی پکانے کیلئے جہاد میں نکل جائیں، البتہ عمر رسیدہ بوڑھی عوتیں اگر ان خدمات کیلئے نکل جائیں تو قابل اعتراض نہ ہوگا۔اور غیر متفانیات سے مراد وہ عورتیں ہیں جو محل شہوت ہوں اور متفانیات سے مراد وہ عمر رسیدہ عورتیں ہیں جو محل شہوت نہ رہی ہوں۔) کا خروج ممنوع ہے تو مروجہ تبلیغ میں بطریق اولیٰ ممنوع ہوگا، اس کے علاوہ اگر مروج نسائی تبلیغ ممدوح اور ضروری ہوتی تو اول امہات المومنین اس کیلئے گھروں سے باہر تشریف لے جاتیں کیونکہ ان کے پاس ایسے مخصوص احکام موجود تھے جو امت کے کسی اور فرد کے پاس نہ تھے لیکن ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا ہے بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن

کے پاس ان کے گھروں میں تشریف لے جاتے اور امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن پردہ میں بیٹھ کر ضروری اور ضرورت کے حکم کی تعلیم دیا کرتی تھیں۔ اور اسی طرح انہوں نے وہ احکام مخصوصہ جو ان کے پاس محفوظ اور موجود تھے امت کو پہنچا دیے، چنانچہ مؤطا امام مالکؒ میں روایت ہے کہ عن سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان اباموسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتی عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زوج النبی ﷺ فقال لها لقد شق علی اختلاف اصحاب رسول اللہ ﷺ فی امر انی لاعظم ان استقبلك به فقالت ماهو كنت سائلاً عنه امك فسئلنی عنه فقال الرجل۔ یصیب اهله ثم یکسل ولا ینزل ...الحدیث ص ۱۲ باب واجب الغسل اذا التقی الختانان۔

ترجمہ: جناب سعید بن المسیبؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ جناب حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مجھ پر ایک ایسے مسئلہ کے بارے میں حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اختلافِ شاق و دشوار گذرتا ہے کہ جس کے بارے میں شرم کے مارے میں آپ سے پوچھ نہیں سکتا ہوں۔ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: ''وہ کون سا مسئلہ ہے جس کے بارے میں آپ اپنی روحانی ماں سے استفسار کرنا چاہتے ہیں؟ بیشک! اس مسئلہ کے بارے میں آپ مجھ سے پوچھ سکتے ہیں۔'' کہنے لگے میں یہ مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کوئی شوہر بے انزال کے جماع کرے تو کیا اس پر غسل واجب ہوگا؟

امام رازیؒ کا ارشاد

(تنبیہ) عورت کے ذمہ داری گھر میں رہ کر اپنے فرائض منصبیہ کو بجالانا ہے اور بلا ضرورت کے گھر سے نکلنا عورت کیلئے ممنوع ہے۔ امام حجۃ الاسلام ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفیؒ اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ گرامی وقرن فی بیوتکن سورہ الاحزاب آیت نمبر ۳۳ کے تحت لکھتے ہیں: وفی الدلالۃ علی ان النساء مامورات بلزوم البیت منہیات عن الخروج ص ۳۶۰

ترجمہ: اس آیت میں عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ عورتیں گھروں میں رہیں گی اور یہ کہ ان کے لئے بغیر شدید ضرورت کے گھروں سے نکلنا ممنوع ہے۔

اور تفسیر ابن کثیر میں ہے

وقرن فی بیوتکن ای الزمن بیوتکن فلا تخرجن بغیر حاجۃ

ترجمہ : گھروں میں قرار سے رہنا اپنے اوپر لازم کر کے بغیر شدید ضرورت کے گھروں سے نہ نکلو۔ اور کنز العمال کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب بیبیوں کو ساتھ لیکر حج فرمایا تو ارشاد ہوا کہ بس یہ حج تو کرلیا پھر اس کے بعد بوریوں پر جمی بیٹھی رہنا۔ فائدہ: مطلب یہ ہے کہ بلا ضرورتِ شدیدہ کے سفر نہ کرنا (اور باہر نہ نکلنا)۔ بہشتی زیور ص ۶۴۰، جلد ۸ اور ظاہر ہے کہ گھر سے باہر تبلیغ بہ طریق مروج عورت کی ضروریات اور حاجات سے نہیں ہے۔ لقیام کثیر من

الرجال بفروض التبلیغ علی اطوار مختلفة یعنی مرد یہ کفائی فریضہ ادا کر رہے ہیں تو عورتوں کو حاجت نہ رہی۔ ہاں! بیشک گھر کے اندر حسب قاعدہ اور استطاعت کے اس اہم کو سرانجام دیا کریں۔

عورت قرار فی البیت کی صورت میں رحمت خداوندی کے قریب تر ہوتی ہے: عن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان المرأة عورة فاذا خرج استشرفها الشیطن واقرب ماتکون بروحة ربها وهی فی قعر بیتها۔ تفسیر ابن کثیر صفحہ ۴۸۲، جلد ۳

ترجمہ: جناب نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ عورت سرتاپا پردہ کی چیز ہے، یہ جب گھر سے باہر قدم نکالتی ہے تو شیطان جھانکنے لگتا ہے، یہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے قریب اس وقت ہوتی ہے جب کہ یہ گھر کے اندرونی حجرہ میں ہو۔

عورت کو قرار فی البیت سے مجاہدین و مبلغین کا ثواب ملتا ہے

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال جئن رسول اللہ ﷺ فقلن یارسول اللہ ﷺ ذهب الرجال بالفضل والجهاد فی سبیل اللہ تعالیٰ فقال رسول اللہ ﷺ من قعدت۔ او کلمة نحوها منکن فی بیتها فانها تدرك عمل المجاهدین فی سبیل اللہ ﷺ۔ تفسیر ابن کثیر صفحہ ۴۸۲، جلد ۳

ترجمہ: عورتوں نے جا کر جناب نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ جہاد کی کل

فضیلتیں مرد ہی لے گئے۔ (آپ ﷺ ہمیں کوئی ایسا عمل بتائیں جس سے ہم مجاہدین کے عمل کو پاسکیں۔) آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے جو اپنے گھر میں پردہ اور عصمت کے ساتھ بیٹھی رہے وہ جہاد کی فضیلت پائی گی۔

چونکہ جہاد کا اطلاق جہاد بالسیف اور جہاد باللسان دونوں پر ہوتا ہے، کما فی بذل المجہود صفحہ ۳۶۷ جلد ۱۱، اور خود ہمارے تبلیغی بھائی بھی اسی اصطلاح کو اپنائے ہوئے ہیں۔ کما لایخفی (جیسا کہ یہ بات ہر کوئی جانتا ہے) اس لئے اس حدیث سے یہ بات مستنبط کرنا مستبعد نہ ہوگا کہ جہاد فی سبیل اللہ مطلقاً مگر اس تخصیص کے ساتھ کہ جس کیلئے گھر سے باہر جانا پڑے زمانۂ نبوتؐ میں مردوں کا خاصہ تھا، اس لئے تو وہ کہہ رہی ہیں ذھب الرجال بالفضل والجهاد فی سبیل الله تعالی۔ لہٰذا مروجہ تبلیغ میں عورتوں کا گھروں سے نکلنا زمانۂ نبوتؐ، خیر القرون کے طریقۂ کار سے مخالف ہوگا اور اس پر مستزاد یہ کہ نسائی تبلیغ کی صورت میں علی الامور صالحہ نکل کر فاجرہ اور فاسقہ کو تبلیغ کرے گی، جب کہ فقہائے کرامؒ صالحہ کو فاجرہ اور فاسقہ سے پردے کا حکم دیتے ہیں۔ ہندیہ میں ہے "ولا ینبغی للمرءة الصالحة ان تنظر الیها الفاجرة لانها تصفها عند الرجال فلا تضع جلبابها ولا خمارها عندها ولا یحل ایضاً لامرأة مؤمنة ان تنکشف عورتها عند امة مشرکة او کتابیة الا ان تکون امة لها کذا فی السراج الوهاج ص ۳۲۷، جلد ۵"

ترجمہ: نیک عورت کو فاسقہ قسم کی عورت سے پردہ کرنا چاہئے کیونکہ فاسقہ عورت صالحہ عورت کے محاسن کو دیکھ کر غیر مردوں کے سامنے بیان کرتی ہے۔ (پھر

ناسق اور بدمعاش قسم کے لوگ اس صالحہ کے پیچھے پڑ جاتے ہیں)۔ اس لئے صالحہ کو چاہئے کہ فاجرہ سے پردہ کرے اور اس کے سامنے اپنا برقعہ اور چادر نہ اُتارے اور کسی مسلمان عورت کیلئے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ سوائے اپنی مملوکہ لونڈی کے کسی بھی لونڈی کے سامنے کشف عورت کا ارتکاب کرے خواہ وہ لونڈی مشرکہ ہو یا کتابیہ۔

اور ردالمحتار میں ہے

"وفی شرح الاستاذ عبدالغنی النابلسی علی هدیة ابن عماد عن شرح والده الشیخ اسمٰعیل علی الدرر والغرر لایحل للمسلمة ان تنکشف بین یدی یهودیة اونصرانیة او مشرکة الا ان تکون امة لها کما فی السراج ونصاب الاحتساب ولاینبغی للمرءة الصالحة ان تنظر الیها المرءة الفاجرة لانها تصفها عند الرجال فلا تضع جلبابها ولا خمارها کما فی السراج الوهاج۔ الخ" صفحہ ۲۶۳، جلد ۵

ترجمہ: استاذ محترم عبدالغنی النابلسی ہدیہ ابن عماد پر اپنے شرح میں اپنے والد شیخ اسماعیل کے شرح (جو انہوں نے درروغرر پر لکھا ہے) کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ کسی بھی مسلمان عورت کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی یہودی یا عیسائی عورت یا مشرکہ کے سامنے اپنے آپ کو بے پردہ کرے البتہ لونڈی کے سامنے ایسا کرنا قابل اعتراض نہ ہوگا جیسا کہ سراج اور نصاب الاحتساب میں ہے۔ اور نیک عورت کو فاسقہ قسم کی عورت سے پردہ کرنا چاہئے کیونکہ فاسقہ صالحہ عورت کے محاسن کو دیکھ کر غیر مردوں کے سامنے بیان کرتی ہے۔ اس لئے صالحہ کو چاہئے کہ

فاجرہ کے سامنے اپنا برقعہ اور چادر نہ اُتارے جیسا کہ سراج میں ہے۔ اور جس طرح جہاد وقت مخصوص میں فرضِ عین ہوتا ہے مرد اور عورت سب پر۔ تنویر اور شرح التنویر میں ہے" وفرض عین ان هجم العدو فيخرج الكل ولو بلا اذن ويأثم الزوج ونحوه بالمنع ذخيرة"۔ (صفحہ ۲۴۲، جلد ۳)

ترجمہ: اور دشمن کے حملہ آور ہونے کی صورت میں جہاد فرضِ عین ہوتا ہے، تو اس وقت بغیر کسی سے اذن لینے کے تمام کے تمام جہاد کیلئے نکلیں اور شوہر وغیرہ اگر منع کرے تو وہ گنہگار ہوگا۔ اس طرح نفسِ تبلیغ اور نفس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی بعض اوقات میں فرضِ عین ہوتا ہے۔

امام نوویؒ تحریر فرماتے ہیں:

ثم انه قد يتعين كما اذا كان فى موضع لايعلم به الا هو اولا يتمكن من ازالته الا هو وكمن يرىٰ زوجته اوولده او غلامه علىٰ منكر اوتقصير فى المعروف۔ شرح مسلم ص ۵۱، جلد ۱

ترجمہ: کبھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرضِ عین ٹھہر جاتا ہے اور یہ اس شخص کے حق میں ہے کہ اس کے بغیر کوئی بھی اس معروف اور منکر کو نہ جانتا ہو اور یا اس منکر کے ازالہ پر بغیر اس کے کسی اور کو قدرت حاصل نہ ہو اور اسی طرح اس شخص کے حق میں ہے جو اپنی بیوی یا اپنے بیٹے، بیٹی اور یا غلام کو کسی منکر کو کرتے ہوئے دیکھ لے اور یا ان کو کسی معروف میں کوتاہی کرتے ہوئے دیکھ لے، تو اسی طرح ان مواقع میں عورت پر بھی حدودِ شرعیہ کے مطابق حسب استطاعت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض ہوگا۔ كما يدل عليه قوله

علیه الصلوة والسلام من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ الحدیث رواہ مسلم صفحہ ۵۱، جلد

ترجمہ: جیسا کہ اس پر جناب نبیٔ کریم ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی دلالت کر رہا ہے کہ جو شخص کسی ناجائز امر کو ہوتے ہوئے دیکھے، اگر اس پر قدرت ہو کہ اس کو ہاتھ سے بند کر دے تو ہاتھ سے بند کر دے، اگر اتنی قدرت نہ ہو تو زبان سے اس پر انکار کر دے، اگر اتنی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اس کو برا سمجھے اور یہ ایمان کا بہت ہی کم درجہ ہے۔ (کشف الغطاء عن تبلیغ النساء)

(۵) مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی ؒ، رئیس دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور، پاکستان تحریر فرماتے ہیں:

قرآن مجید میں آیت ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى اور اس سے پہلے وقرن فی بیوتکن سے گھر سے نکلنے کی ممانعت ہے، سوائے سخت مجبوری کے اور عمر زیادہ ہونے کے۔ اگر ایسا ہونا (عورتوں کا جماعت میں نکلنا اور نکالنا) اسلامی کام ہوتا تو حضور ﷺ کے عہد مبارک میں اور پھر خیر القرون صحابہؓ و تابعینؒ کے یہاں بھی ہوتا، مگر کہیں نہیں ملتا۔ گھر سے نکلنے میں جو جو خطرات ہیں وہ ہر طرح سے نکلنے میں ہیں۔ ہمیشہ عورتوں کیلئے مردوں کا سنکر نقل کرنا یا محفوظ مکان میں پردہ میں تقریر سننا ہی منقول ہے۔

جمیل احمد تھانوی عفی عنہ

مفتی دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور

(۶) فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبد الشکور ترمذی صاحبؒ، بانی و مہتمم مدرسہ عربیہ حقانیہ ساہیوال، پاکستان تحریر فرماتے ہیں:

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ نے عورتوں میں کام کی جن نزاکتوں کا احساس فرما کر ان کو گشت کی جو قطعی ممانعت فرمائی ہے ایمانی حکمت اور دینی بصیرت کا یہی تقاضا ہے۔ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس کے بعد حالاتِ زمانہ پر نظر کرتے ہوئے جب عورتوں کو مسجد کے اندر جماعت میں شامل ہونے کی ممانعت کر دی گئی تو اب جب کہ حالاتِ زمانہ کے بگاڑ اور فساد میں غلبہ ہوتا جا رہا ہے، تبلیغ کیلئے گھروں سے نکلنے کی اجازت دینا کیسے درست ہو سکتا ہے؟ ہر گھر میں مردوں کے ذریعہ دینی مسائل سکھلانے اور دینی کتابوں کے پڑھنے اور سنانے کی جو تجویز مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے فرمائی ہے، عورتوں کے دین سیکھنے کیلئے یہ تجویز بہترین اور تمام مفاسد سے محفوظ ہے۔ اس پر ہر گھر میں عمل کرنا ضروری ہے۔ (دعوت و تبلیغ کی شرعی حیثیت، صفحہ ۱۰۱-۱۰۲)

(۷) حضرت مولانا مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاجپوری مفتیٔ اعظم گجرات کا فتویٰ

الجواب حامداً و مصلیاً و مسلماً!

عورتوں کو جماعت میں لے جانا مطلوب اور پسندیدہ نہیں ہے اور واثمھما اکبر من نفعھما کا مصداق ہے۔ عورتیں غیر محتاط ہوتی ہیں۔ فقط

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

احقر سید عبد الرحیم لاجپوری غفرلہ

(باب الدعوۃ والتبلیغ، صفحہ ۲۹۸، جلد ۱۰، فتاویٰ رحیمیہ کامل)

(۸) حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمن خیر آبادی، مفتی دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ

سوال: کیا مروجہ تبلیغ میں عورتوں کا نکلنا جائز ہے؟

الجواب وباللہ التوفیق! قرآن پاک میں عورتوں کیلئے اپنے گھروں میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے، ہاں ضرورتِ شدیدہ کی بناء پر پردہ کے ساتھ نکلنے کی اجازت ہے۔ پنج وقتہ نماز کیلئے محلہ کی مسجد میں جانا بھی ممنوع ہے، جبکہ وہ سنت مؤکدہ بلکہ واجب کے درجہ پر ہے۔ پھر تبلیغ کیلئے نکلنے کی اجازت کیونکر ہو سکتی ہے، جبکہ عورتوں کو تبلیغ و دعوت کا مکلف شریعت نے نہیں بنایا ہے۔ تعلیم واصلاح کا بہانہ لیکر اِدھر اُدھر دور دراز تبلیغ کیلئے عورتوں کا نکلنا اور نکالنا ایک فتنہ کا دروازہ کھولنے کے مترادف ہے۔ عورتیں اپنے شوہروں (اور محرموں) سے یا محلہ پڑوس کے اہل علم سے پردہ کی پوری رعایت کے ساتھ مسائل واحکام سیکھیں اور آج کے فتنہ اور فساد کے دور میں ہرگز تبلیغ کیلئے باہر نہ جائیں، نئی رسم کی داغ بیل نہ ڈالنے دیں۔ خیر القرون میں یہ طریقہ رائج نہ تھا، نہ ہی قرآن وحدیث میں اس کا ذکر ملتا ہے، اس لئے یہ واجب الترک ہے، اس کے نتائج بڑے گھناؤنے بعض علاقوں میں نکل چکے ہیں۔ فقط واللہ اعلم کتبہ حبیب الرحمٰن خیر آبادی عفا اللہ عنہ

۲۰ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ　　　　مفتی دارالعلوم دیوبند

نوٹ: حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ اس کام کیلئے مفتیٔ اعظم حضرت مولانا محمد کفایت اللہ صاحبؒ کے پاس تین مرتبہ تشریف لے گئے اور ان سے عورتوں کی جماعت بھیجنے کی اجازت چاہی مگر حضرت مفتی صاحبؒ نے تینوں مرتبہ انہیں منع فرمایا۔ اس لئے حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے کبھی عورتوں کی جماعت نہیں بھیجی۔ حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ (۲۰ ربیع اول ۱۴۳۲ھ)

(۹) حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب اعظمی، صدر مفتی دارالعلوم دیوبند

مروجہ تبلیغ کیلئے عورتوں کا نکلنا اور نکالنا قطعاً ممنوع و ناجائز ہے۔
اس مروجہ تبلیغ کا پتہ خیر القرون میں بالکل نہیں ملتا، بلکہ من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد (یعنی جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی بات ایجاد کی جو دین میں نہیں وہ مردود ہے، الحدیث) میں داخل ہے۔
عزیزم مفتی حبیب الرحمن سلمہ کا جواب بالکل صحیح و درست ہے۔

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی
(صدر مفتی دارالعلوم دیوبند)
۹ ررمضان المبارک ۱۴۱۹ھ

توثیق ترجمانِ حق

حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس صاحب رومی، مفتی شہر آگرہ یوپی انڈیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم!

حدیث شریف میں علاماتِ قیامت میں سے ایک علامت یہ بھی بتائی گئی ہے کہ قیامت کے قریب فتنوں کی جیسے بارش ہونے لگے گی، یکے بعد دیگرے فتنوں کا اس طرح ظہور ہوگا کہ جس طرح تسبیح کا دھاگہ ٹوٹ جانے پر تسبیح کے دانے یکے بعد دیگرے گرنے لگتے ہیں۔ آج کل جب کہ آئے دن ایک تحریک شروع ہوتی ہے، ایک نئی جماعت قائم ہوتی ہے، ضرورت ہے کہ تمام مسلمان پوری طرح چوکنا اور ہوشیار رہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے ایک حدیث میں پیشین گوئی فرمائی ہے کہ میری امت ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی، جن میں سے صرف ایک فرقہ جنت میں جائے گا، بقیہ تمام فرقے دوزخ میں جائیں گے۔ صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا کہ جنت میں جانے والا فرقہ کون سا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ فرقہ جنت میں جائے گا جو میرے اور میرے اصحابؓ کے طریقہ پر چلے گا۔ یہ حدیث صحیح طور پر مشعل راہ ہے اور اسی کی روشنی میں ہمیں حق و ناحق کو سمجھنا اور پہچاننا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ کوئی بھی کام ہمیں کتنا ہی اچھا لگے، اگر وہ کام آپ ﷺ کے زمانہ مبارک میں یا حضرات صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں نہیں ہوا تھا تو دین و شریعت کے لحاظ سے اسے ہرگز ان حضرات کی طرف منسوب نہیں کیا جائے گا۔

اہل زیغ نے ایک گمراہ کن طریقۂ کار یہ اختیار کیا ہے کہ بعض آیاتِ قرآنی اور بعض روایاتِ حدیث کا مطلب وہ اپنے عمل اور طریقۂ کار کی تائید میں استعمال کرتے ہیں، حالانکہ حضرات مفسرین کرامؒ اور شراحِ حدیثؒ نے ان آیات و روایات کا وہ مطلب نہیں بیان کیا ہے، تو یہ انتہائی خطرناک صریح گمراہی ہے۔ مودودی صاحب تو تفسیر بالرائے کی گمراہی میں بہت پہلے سے مبتلا تھے ہی، دیکھا یہ جا رہا ہے کہ دعوت و تبلیغ کا کام کرنے والے بھی اب اسی قسم کی غلطیوں میں مبتلا ہوتے جا رہے ہیں اور محض اپنی بات میں وزن اور زور پیدا کرنے کیلئے بعض آیاتِ قرآنی اور روایاتِ حدیث کو اپنے مزعومہ مطلب کی تائید کیلئے بے دھڑک پیش کر دیتے ہیں۔

مروجہ تبلیغ کا یہ کام پہلے تو صرف مردوں تک ہی محدود تھا، لیکن اِدھر کچھ عرصہ سے عورتوں کی جماعتیں بھی تبلیغ کیلئے نکالنے کا غلط اور ناجائز طریقہ شروع کر دیا گیا ہے اور اب تو یہ سلسلہ کچھ اور بڑھتا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔ اہل دین اصحابِ صلاح و اصلاح کی دینی ذمہ داری اور امر بالمعروف نہی عنی المنکر کا تقاضا ہے کہ دین و تبلیغ کے نام پر اُٹھنے والے اس فتنہ کا سدباب کریں۔

حدیث شریف میں ہے من رأى منكم منكرا فلغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وذلك اضعف الايمان۔ تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے، اگر یہ نہ کر سکے تو زبان سے اس کی اصلاح کرے اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو کم از کم دل سے تو اسے برا سمجھے ہی، یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے زمانہ خیر میں جبکہ دعوت و تبلیغ کی ضرورت اس سے زیادہ تھی، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی جماعتیں تبلیغ کیلئے کہیں نہیں بھیجیں، اس لئے اس زمانہ میں جو لوگ یہ طریقہ کار اپنا رہے ہیں وہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی و نیابت کو یقینی طور پر نظر انداز کر رہے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ازواجِ رسول رضی اللہ عنہن نے تو عورتوں کو نمازِ فرض تک کیلئے مسجد میں جانے کو پسند نہیں فرمایا۔ کیا یہ مروجہ تبلیغ فرض نماز سے بھی بڑھا ہوا کام ہے؟ بڑی خوشی کی بات ہے کہ بعض اصحابِ خیر نے اس فتنہ کے سد باب کیلئے ہندوستان (اور پاکستان) کے مستند و مشہور حضرات علمائے کرام و مفتیانِ عظام کے ان فتاویٰ کی اشاعت کا ارادہ فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں بیش از بیش جزائے خیر مرحمت فرمائے اور امت کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

عبدالقدوس رومی

مفتی شہر آگرہ